اس دین کا محافظ اللہ ہے

مولانا مفتی محمد خالد نور زید مجدہم

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ...... اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

اس کا جو ظاہری مفہوم ہے وہ تو یہی ہے کہ عبارۃ النص، سیاق کلام...... وہ تو یہی ہے کہ 'ذِکرْ' کو ہم نے ہی اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اس میں اشارۃً اس اعتراض کا جواب ہے کہ تم جسے مجنون اور دیوانہ کہہ رہے ہو، یہ بتاؤ کہ آدم علیہ السلام سے لے کر...... از آدم تا ایں دَم کبھی کسی مجنون اور دیوانے کی باتوں کو محفوظ کیا گیا ہے؟

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دیوانے کی بڑ کو محفوظ کرنے کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر دیوانے ہوتے تو آپ کی باتوں کو محفوظ نہ رکھا جاتا۔ یہ ہمارا اتارا ہوا کلام ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اس کلامِ پاک اور اس دین کی حفاظت...... یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم اور ذکر کی حفاظت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانہ نہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا، اور قیامت تک اللہ نے اس وعدے کو پورا کرنا ہے...... اور اللہ رب العزت نے اس وعدے کو پورا کیا ہے، یہاں تو اجمال ہے، دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی زبان کی بھی حفاظت فرمائی:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ...... فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَه ...... ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه

اَللہ رب العزت نے اس کلام پاک کو محفوظ فرمایا۔ اَللہ تعالیٰ نے اس کلام کے الفاظ کو بھی محفوظ فرمایا۔ اس کا جو رسم الخط ہے اس کی بھی حفاظت کی، اس میں بھی ردوبدل جائز نہیں ہے۔ وہ زبان جس زبان میں کلام اُترا ہے، اس زبان کی بھی اللہ نے حفاظت کی ہے، علماء لسانیات دنیا کی زبانوں کو مختلف خانوں اور خاندانوں میں تقسیم کرتے ہیں، عربی زبان کے بارے میں کہتے ہیں کہ سامی خاندان سے تعلق رکھتی ہے، علماءِ لسانیات کا کہنا ہے کہ ہر زبان تبدیلی کے عمل سے گزرتی ہے، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ زبان نئی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اردو زبان دو تین سو سال قبل جس شکل میں بولی جاتی تھی آج بولی جائے تو ہمیں سمجھ میں نہیں آئے گی۔ عربی زبان اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، جو قدیم ترین عربی تحریریں ملتی ہیں، پندرہ سو یا سولہ سو سال پہلے، آج بھی اس عربی تحریر کا سمجھنا ہمارے لیے آسان ہے، اسی شکل

میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زبان میں چوں کہ اپنا کلام اتارنا تھا، اللہ نے اس زبان کی حفاظت کی، ورنہ یہ زبان ہزار سال بعد تبدیل ہو جاتی تو اللہ کا کلام سمجھنا مشکل ہو جاتا۔

دوسری بات کہ ایسے علاقے والے جن کا دوسروں سے واسطہ نہیں ہوتا ایسے لوگوں کی زبانیں محدود ہوتی ہیں۔ ذخیرۂ الفاظ محدود ہوتا ہے۔ جس زبان کا ذخیرۂ الفاظ محدود ہو اس زبان میں آپ دَقیق اور اونچے قسم کے مضامین بیان نہیں کر سکتے۔ دَقیق اور اونچے مضامین بیان کرنے کے لیے زبان میں وسعت چاہیے، وسعت جب آتی ہے جب اس زبان کے بولنے والے دوسری اقوام سے اختلاط کریں۔ اب یہاں ان کا میل جول اتنا نہیں تھا، مگر جو عجیب بات دیکھنے میں آتی ہے کہ اس بات میں جتنی وسعت ہے دیگر زبانوں میں نہیں۔ اظہار خیال کے لیے جتنی وسعت عربی زبان میں ملتی ہے کسی دوسری زبان میں نہیں ملتی۔ انسان کے احساسات، جذبات، خیالات...... ہر ہر خیال کو ادا کرنے کے لیے ایک الگ لفظ ملتا ہے۔ یہ زبان کی وسعت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کو وسعت عطا فرمائی:

اللہ پاک نے چوں کہ عربی زبان میں عالی مضامین بیان کرنے تھے اس لیے زبان کو محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے اتنی وسعت بھی دی...... آپ علماء حضرات جانتے ہیں کہ یہ جو مترادفات ہیں مثلاً شیر کے پانچ سو نام ہیں، فلاں کے اتنے نام، فلاں کے اتنے نام، عربی زبان میں ایک ایک چیز کے لیے سینکڑوں نام ملتے ہیں، مثلاً اونٹ کے متعلق...... اب عربوں کا تو اونٹ سے بہت گہرا تعلق تھا، کسی محقق نے تحقیق کر کے بتایا کہ صرف اونٹ سے متعلق پانچ ہزار سے زاید الفاظ ہیں، اونٹ کی ہر چیز اور ہر حالت سے متعلق الفاظ ملتے ہیں۔ چنانچہ ابن سیبویہ جو مشہور لغوی گزرے ہیں ان کی مشہور کتاب ہے، المخصص، اور بڑی تقطیع پر چھپی ہوئی ہے، اس میں ایک سو ستر صفحات صرف اونٹ سے متعلق ہیں۔ اس سے آپ زبان کی وسعت کا اندازہ لگائیے۔

یہ عجیب بات دیکھنے میں آتی ہے کہ ایک طرف تو عربی زبان بولنے والے دنیا سے کٹے ہوئے ہیں، اس کا نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ کہ زبان محدود ہو، اور اس زبان میں آپ اونچے اور دقیق مضامین بیان نہ کر سکیں، دوسری طرف زبان کی وسعت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے اس زبان کی بھی حفاظت کی۔ اس ہستی کے حالات کو جس پر یہ کلام اُترا اس کے حالات کو بھی محفوظ کر دیا۔ اور اس کلام کے جو اولین مخاطب تھے ان کے حالات بھی اللہ پاک نے محفوظ کر دیے۔ وہ دور محفوظ کر دیا، اس دور کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے محفوظ کر دیں، یعنی جس نے بھی اللہ کے کلام سے اپنی نسبت جوڑی وہ اس کے حفاظتی حصار میں آ گیا۔ یہ ایک نہ دکھائی دینے والا حصار ہے اللہ کا!...... حضرت قاری

مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ کی حفاظت میں آجائے تو وہ اللہ کے اس کلام کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لے۔ اس لیے کہ اللہ کا وعدہ ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ...... کہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ چونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے...... اور ان اللّٰہ لایخلف المیعاد اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتے۔ اس لیے یہ کلام محفوظ تو اس کلام سے نسبت رکھنے والی ہر چیز محفوظ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کسی ریاست وحکومت کے سپرد نہیں کی:

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا کام کس طرح لے رہا ہے؟ یعنی اللہ نے اس کو لوگوں پر بھی نہیں چھوڑا، نہ کوئی ریاست ہے، نہ ملک ہے، نہ کوئی بادشاہ ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت خود کر رہے ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی کا قصہ:

حافظ شمس الدین ذہبی کا ایک جملہ یاد آ گیا۔ حافظ ذہبی بڑے مورخ، محدث، نقاد اور اسماء الرجال کے بہت بڑے ماہر تھے۔ معجم الشیوخ میں انہوں نے اپنے اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے۔ شیخ علاء الدین رحمہ اللہ، ان کے اساتذہ میں بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کا ایک جملہ تھا جس کی وجہ سے علم حدیث کے ساتھ خصوصی اشتغال اشتغال رہا۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے میری ایک تحریر دیکھی، دیکھ کر فرمانے لگے: خطک یشبہ خط المحدثین ...... کہ آپ کی تحریر محدثین کے خط سے ملتی جلتی ہے۔ یہ سن کر میرے اندر شوق پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی زندگی اس کام کے لیے وقف کر دی اور پھر دیکھیے کتنے بڑے محدث اور نقاد بنے، اور اس ایک جملے نے ہمیں کتنا بڑا مورخ دیا؟!

محدث اندلس بقی بن مخلد کا قصہ:

بقی بن مخلد رحمہ اللہ اندلس کے رہنے والے تھے۔ ان کا واقعہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ طلبِ علم کے لیے ان کا عجیب واقعہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح اَللہ پاک کچھ لوگوں کو منتخب کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دین کی حفاظت کے لیے انتخاب بھی براہِ راست اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور جب انتخاب ہو جائے تو اس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے؟

بقی بن مخلد رحمہ اللہ اندلس کے رہنے والے تھے۔ اُس وقت یہ خطہ عالم اسلام کا آخری کنارا تھا۔ وہاں سے انہوں نے علم حدیث کے لیے سفر شروع کیا۔ ان کے شاگردوں نے لکھا ہے کان جلداً طوالاً، طویل القامت تھے اور مضبوط جسم کے تھے۔ لم یری راکباً قط...... کہ زندگی میں کبھی سوار نہیں دیکھے گئے۔ مسلسل پیدل چلتے رہتے تھے۔ وہاں (اندلس)

سے پیدل چلے ہیں، ہزاروں کلومیٹر سفر، بیچ میں صحرا بھی ہیں، وادیاں بھی ہیں، فلک بوس پہاڑ بھی ہیں اور آج کل کی طرح تو تھا نہیں کہ پہلے موبائل فون کے ذریعے معلوم کرلیا کہ فلاں استاذ ہیں یا نہیں؟...... یہ ارادہ لے کر چلے تھے کہ امام احمد بن حنبل سے تحصیل علم کرنا ہے........... یہ کہتے ہیں کہ جب میں بغداد پہنچا تو معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل نظر بند ہیں، اوران کے درس حدیث پر حکومت کی طرف سے پابندی لگادی گئی ہے۔اب بتایئے، ایک شخص پیدل چل کر ہزاروں کلومیٹر راستہ طے کر کے آئے اور ہاں پہنچ کر یہ سنے تو اس پر کیا گزرے گی؟!......بقی بن خلد کہتے ہیں جب میں بغداد میں داخل ہوا تو (طویل واقعہ ہے) کسی طرح معلوم کرلیا کہ امام احمد بن حنبل کا گھر کہاں ہے!

دروازے پر پہنچا، دستک دی، امام صاحب باہر تشریف لائے اور مدعا پوچھا۔بقی بن مخلد نے بتایا کہ میں بہت دور سے تحصیل علم کے لیے آیا ہوں۔

امام صاحب نے فرمایا کہ آپ کوتو معلوم ہوگا کہ مجھ پر پابندی ہے، میں تو درس نہیں دے سکتا!

بقی بن مخلد کہنے لگے میں تو بہت دور سے آیا ہوں!

امام صاحب پوچھنے لگے کہاں سے آئے ہو؟ مغرب اقصیٰ سے؟!

نہیں اس سے بھی پیچھے۔

بڑی حیرت ہوئی انہیں اور کہا اچھا!

فقیر کے بھیس میں علم حدیث کا حصول

اس پر بقی بن مخلد رحمہ اللہ نے تجویز دی کہ میں اس طرح کروں گا کہ فقیروں کا بھیس بدل کر یہاں آ کر صدا لگایا کروں گا آواز دیا کروں گا۔اس وقت اگر باہر گلی میں دیکھنے والا نہ ہو تو آپ آیئے گا اور صرف ایک حدیث بیان کر دیجیے گا۔ آپ سے سن کر چلا جایا کروں گا۔ چناں چہ بھیس بدل کر مانگنے والوں کے روپ میں روزانہ جاتے اور آواز لگاتے...... ایھا الناس...... ایھاالناس اجر کم علی اللّٰہ!......اس وقت یہ طریقہ تھا مانگنے والوں کا۔

امام صاحب آواز سنتے اور دروازے پر آتے۔یہ قریب جا کر اپنا کشکول سامنے کر دیتے۔امام احمد اتنی دیر میں ایک سکہ بھی ڈال دیتے اور حدیث بیان کرتے۔اس کے بعد بقی بن مخلد وہاں سے چل پڑتے۔

فقیر شاگرد کے لیے اعزاز:

کافی وقت اس طرح گزر گیا، روزانہ ایک حدیث اس طرح سنتے، یہاں تک کہ خلیفۂ وقت دوسرا آ گیا۔حکومت بدل گئی، پابندی اٹھالی گئی۔امام احمد بن حنبل کا درس حدیث پہلے سے بھی زیادہ زور وشور سے شروع ہوگیا۔یہ کہتے ہیں

کہ میں جب پہلے دن درس حدیث کی سماعت کے لیے گیا تو بہت مجمع تھا، مجھے ذرا تاخیر ہوگئی تھی۔ آپ کا حلقہ شروع ہو چکا تھا۔ مجھے جگہ نہیں ملی، امام احمد بن حنبل نے دور سے مجھے دیکھا تو پہچان لیا! کہنے لگے بھئی راستہ دو یہ ہے اصل طالب علم!......اس کے بعد امام صاحب بقی بن مخلد کو پہلی صف میں بٹھاتے تھے۔

بقی بن مخلد کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوگیا، اس دن میں نہیں گیا۔ امام احمد نے مجھے نہیں دیکھا تو میرمتعلق پوچھا، معلوم ہوا کہ میں بیمار ہوں۔ تو مسافر خانے میں، جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا، تشریف لائے۔ ساتھ طلبہ کا بھی ایک جم غفیر تھا۔ کہتے ہیں کہ مسافر خانے میں ایک شور وغل اٹھا، معلوم ہوا کہ امام احمد تشریف لائے ہیں۔ خیر آئے، بیمار پرسی کی، اس وقت ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ طلبہ اپنے پاس قلم، دوات، کاغذ ساتھ ساتھ لے کر چلتے تھے۔ امام احمد کے منہ سے جو بات بھی نکلتی اسے تحریر میں لے آتے۔

بقی بن مخلد کہتے ہیں کہ امام صاحب واپس گئے تو مسافر خانے والوں نے میرا خصوصی اِکرام شروع کر دیا۔ ایک آ رہا ہے وہ بستر لا رہا ہے، کوئی کھانے کی چیزیں لا رہا ہے کہ ان سے امامِ وقت ملنے آئے۔

واقعہ سنانے کا مقصد یہی تھا کہ ان حضرات کی جو محنتیں ہیں، اللہ پاک نے کس طرح اَفراد کو پیدا کر دیا، آج جو کام بڑی بڑی اکیڈمیاں کرتی ہیں بڑے بڑے ادارے، جن کے لیے کروڑوں روپے فنڈ مختص کیا جاتا ہے، اس کام کو اللہ پاک ایک شخص سے لیتے تھے اور آج بھی لیتے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کی سنت بھی یہی ہے کہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کا کام اس طرح لیتے ہیں۔ اب دیکھیں کہ اِسلامی تاریخ میں سب سے بڑی مسند جو لکھی گئی وہ بقی بن مخلد کی ہی ہے۔ صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پانچ ہزار روایات اس مسند میں ہیں۔ مکمل مسند نایاب ہے، کچھ جلدوں میں یہ مسند شایع ہوئی ہے، باقی جلدیں نایاب ہیں، یعنی اسلامی تاریخ کی حدیث کی سب سے ضخیم ترین کتاب لکھنے والے بقی بن مخلد ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس دین کی حفاظت آئندہ بھی کرتے رہیں گے:

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کر رہے ہیں، اپنے دین کی حفاظت کی ہے۔ اللہ پاک آئندہ بھی اپنے دین کی حفاظت کریں گے۔ اس میں کسی زمانے کی قید نہیں۔ یہ حفاظت ہر زمانے میں ہوگی۔ اس فتنے والے دور میں جب انسان حالات کو دیکھتا ہے تو مایوسی ہوتی ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ انسان دیکھتا ہے پھر اس حفاظت کے مختلف مظاہر انسان دیکھتا ہے تو امید ہوتی ہے......اور اتنا تو یقین ہے کہ اللہ کا یہ دین محفوظ رہے گا۔ اس میں دنیا کی کوئی طاقت ہلکی سی دراڑ بھی نہیں ڈال سکتی۔ یہ تو ہمیں اطمینان ہے۔ الحمدللہ!......مشاہدے سے بھی اس کی

تصدیق ہوتی ہے اور زمینی حقائق بھی پکار پکار کر کہتے ہیں کہ اس دین کو کوئی بھی غیر محفوظ نہیں بنا سکتا۔ اور اس دین کو کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ یہ خصوصی حفاظت ہے۔ اس لیے یہ فکر تو نہیں ہے...... فکر اگر ہے تو اپنی ہے، فکر جو کرنی ہے وہ اپنی کرنی ہے کہ ہم اس دین کے ساتھ وابستہ رہیں، کیونکہ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ ہمارا کیا ہوگا۔ اللہ نے اپنے دین کا ذمہ لیا ہے لیکن کہیں یہ وعدہ نہیں ہے کہ ہم بھی فتنوں سے محفوظ رہیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جائے۔

اس دین کا حقیقی مزاج:

حضرت مولانا علی میاں رحمہ اللہ کی کتاب ہے "تاریخ دعوت و عزیمت"...... یہ نام ہی پورے دین کا مزاج بتا رہا ہے۔ آپ اس نام میں غور کریں تو اس دین کا مزاج نام میں ہی بتا دیا۔ اس کتاب میں تاریخ اسلام کی ان نمایاں شخصیات کا تذکرہ کیا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تجدید کا کام لیا، عمر بن عبدالعزیز ہیں، حسن بصری ہیں، امام غزالی ہیں، ابنِ تیمیہ ہیں، ابن قیم ہیں، پھر شاہ ولی اللہ آ گئے، حضرت مجدد الف ثانی آ گئے، پھر سید احمد شہید...... میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ نام گنوانا شروع کریں تو نام ختم نہیں ہوں گے۔

دعوتِ دین اپنے وسیع مفہوم میں:

ایک تو اس دین کا مزاج دعوت کا، دعوت بھی اپنے وسیع مفہوم میں، محدود مفہوم میں نہیں، دعوت کا وہ مفہوم مراد ہے جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کے ہر گوشے پر محیط ہے۔ دعوت کا وہ مفہوم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے صرف ایک شعبے سے متعلق ہو، وہ بہت ہی زیادہ محدود کر دینا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو گھر میں بھی داعی تھے، آپ بازار میں بھی داعی تھے، مسجد میں بھی داعی تھے، میدانِ جنگ میں بھی داعی تھے، دعوت سے محض ایک خاص مفہوم نہ لیا جاتا۔ اس دین کا مزاج دعوت کا ہے...... اگلے لفظ پر غور کیجیے "عزیمت" یعنی اس دین کی دعوت کے لیے عزیمت کی راہ اختیار کرنی پڑے گی۔ اللہ پاک اپنے دین کی حفاظت کا کام اس شخص سے لیتے ہیں، جو عزیمت کا راہی ہو، اور جو لوگ رخصتیں اور گنجائشیں تلاش کرتے ہیں، اللہ پاک ان سے دین کی حفاظت کا کام نہیں لیتے۔

علماء کے لیے رخصتوں کا راستہ نہیں عزیمت کا راستہ متعین ہے:

آج کل ہم علماء کا یہ مزاج بنتا جا رہا ہے، عوام کے لیے تو ٹھیک ہے کہ ان کے لیے اضطراری حالت میں مشکل سے آسانی تلاش کر دی جائے، ان کو سہولت کی کوئی شکل بتا دی جائے، لیکن علماء!...... جو مقتداء ہیں، ان کے لیے تو عزیمت کی راہ ہے، اگر اللہ نے دین کا کام لینا ہے تو انہی علماء سے لینا ہے جو عزیمت کی راہ پر چلتے ہوں۔ رخصتیں

تلاش کرنے والے، سہولتیں تلاش کرنے والے......اللہ کی یہ سنت نہیں ہے۔ آپ پوری تاریخ کا مطالعہ کرلیں، اللہ پاک عزیمت پر چلنے والوں سے کام لیتے ہیں۔ حدیث شریف ہے:......**یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ**

اللہ پاک نے اپنے دین کو محفوظ رکھنے کے لیے جو نظم بنایا ہے اس حدیث میں بیان کردیا گیا ہے، کہ اللہ پاک اپنے دین کی حفاظت کا کام کس طرح لیں گے؟ اس دین کو ہر آنے والے لوگ پچھلوں سے لیتے رہیں گے۔ بعد میں جو آنے والے ہیں ان کی خاص صفت ''عدول'' بیان کی گئی ہے...... **یحمل ھذا لم من کل خلفِ عدولہ** یہ صفت ہوگی کہ وہ عادل ہوں گے۔ اب ایک مفہوم عدل کا وہ ہے جو اصول حدیث میں بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی عادل معنیٰ سچا، اسی سے بعض حضرات کو دھوکا بھی لگا کہ حضرات صحابہ کرام کے بارے میں کلیہ ہے: **الصحابة کلھم عدول**......اس عدول کا بھی بعض لوگوں نے وہی مفہوم لے لیا ہے، جو اصول حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی صحابہ سب سچے تھے، یعنی ان کی روایتیں بے دھڑک لے لی جائیں گی۔ اس سچائی کے علاوہ ان سے دوسری معصیتیں ہوسکتی تھیں۔ وہ فاسق وفاجر بھی ہوسکتے تھے۔ جیسے ایک صاحب کا یہ مخصوص موضوع رہا ہے۔

حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ نے اپنی جو تفسیر لکھی ہے اس میں اس پر مفصل کلام کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ صحابہ کو عدول کہا جاتا ہے تو اس کا صرف یہ مفہوم نہیں کہ وہ سچے تھے باقی ان کی زندگی کے دوسرے پہلو اور شعبے تھے اس میں ان سے معاصی کا صدور ایسے ہی ہوتا تھا جیسے ایک عام آدمی سے، انہوں نے لکھا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ یہ عدول وہ ہے جسے قرآن کریم نے دوسرے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی......وَ اَلْزَمَھُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی وَ کَانُوْآ اَحَقَّ بِھَا وَ اَھْلَھَا......

ان کی طبیعت ایسی بن گئی تھی کہ معاصی کا ان سے صدور نہیں ہوتا تھا اور اگر کبھی ہو بھی جاتا تھا تو پھر توبہ میں تاخیر نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر صحابی جنتی ہے......وکلاً وعد اللّٰہ الحسنیٰ۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر صحابی جنتی ہے......تو وہاں جو عدول آیا ہے وہ اصول حدیث والا عدول نہیں ہے کہ صرف سچ بولے، فرمایا کہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ''عدول''، ''تقویٰ'' کا مترادف ہے۔ فرمایا کہ یہ علم آنے والے لوگوں میں سے وہ لوگ اٹھائیں گے جن میں عدل کی صفت ہوگی یعنی تقویٰ ہوگا۔ **ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین** کہ دین کی حفاظت اس طرح ہوگی کہ غلو کرنے والوں کی تحریف کو دور کریں گے باطل لوگوں کے جھوٹے اور باطل دعووں کا رد کریں گے۔ اور جاہل لوگوں کی جو تاویل ہے اس کو بھی دور کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم نصیب فرمائے اور ہم سے اپنے دین کی خدمت کا کام لے۔ ☆☆